بچوں کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حصہ اول

خواجہ شمس الدین عظیمی

فہرست

تعارف

پیارے بچو!

اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور رحیم و کریم ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کو محبت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔اللہ ہم سب کے خالق ہیں اور ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں۔کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں۔دور تک پھیلا ہوا نیلا آسمان،چاند،ستارے، سورج، بادل،ہوا، کھلی زمین، گہرے سمندر، بہتے دریا،اونچے اونچے پہاڑ، لہلہاتے کھیت، سرسبز و شاداب درخت،مزے دار پھل،اناج،سبزیاں،چرند،پرند،فرشتے،جنات اور انسان سب اللہ کی مخلوق ہیں۔

اس ساری کائنات کو بنانے کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو جانے اور پہچانے۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کا سلسلہ شروع کیا۔اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ انسان کو اچھائی اور برائی کے فرق سے آگاہ کیا اور زندگی گزارنے کے آداب سکھائے۔دنیا میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں۔حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور محبوب رسول ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: یقیناً رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے بہترین مثال ہیں۔

(سورۃ الاحزاب۔۲۱)

حضرت محمد ﷺ کی زندگی ایک کُھلی کتاب ہے زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جہاں ہمیں حیات طیبہ ﷺ سے مکمل ہدایت نہ ملتی ہو۔

حضرت محمد ﷺ غریبوں کے مددگار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یتیموں کے سرپرست

پریشان حال لوگوں کے لیے سہارا۔۔۔۔۔۔۔۔۔یتیموں اور بیواوں کے لیے معاون و مددگار

۔۔۔۔۔۔۔۔۔اخلاق میں اعلیٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔سچائی،محبت اور اخلاص کے پیکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وعدہ پورا

کرنے والے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انصاف کرنے والے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دوسروں کا حق پورا کرنے والے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سادگی اور قناعت کا بہترین نمونہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہادری اور شجاعت کے پیکر تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت محمد ﷺ سخی تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہر وقت چہرہ پر مسکراہٹ رہتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گفتگو میں نرمی اور لطف و کرم ہوتا تھا۔ رحمت و شفقت آپ ﷺ کا وصف تھا۔

پیارے بچو، آپ !

کتاب بچوں کے محمد ﷺ میں حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے مختلف حالات پڑھیں گے۔ کتاب بچوں کے محمد ﷺ تین حصوں میں شائع کی جارہی ہے۔

حصہ اول میں حضرت محمد ﷺ کی پیدائش اور تبلیغ اسلام کے ابتدائی حالات کا تذکرہ ہے۔

حصہ دوئم میں اسلام کی تبلیغ کے دوران پیش آنے والی مشکلات کا ذکر ہے۔ حضرت محمد ﷺ مکہ میں رہتے ہوئے دس سال تک تکالیف برداشت کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔

حصہ سوئم میں بتایا گیا ہے کہ مدینہ میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور حضرت محمد ﷺ نے مشکل حالات میں تعلیم، صحت، روزگار، اور رہن سہن جیسے مسائل کو فہم و فراست اور مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ کس طرح حل فرمایا۔

پیارے بچو!

دنیا میں جتنے بھی پیغمبر علیہم السلام تشریف لائے سب کی کوشش اور طرز فکر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا رشتہ قائم رہے۔ یہی روحانی طرز فکر ہے اور اور یہی رشتہ پوری کائنات کی رگ جان ہے۔

توحید کے راستے میں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے حضرت محمد ﷺ کی ساری زندگی پریشانیوں اور ذہنی اذیتوں میں گزر گئی اور آخر کار حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کامیاب و کامران ہوئے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

سیدنا حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو بار بار پڑھنے سے ہمارے اندر مسلسل آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور اللہ کے محبوب کی طرز فکر ہمارے اندر منتقل ہو جاتی ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی

۲۷ جنوری ۲۰۰۹ء

حضرت محمد ﷺ کی ولادت

پیارے بچو!

حضرت محمد ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن عرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام بی بی آمنہ تھا۔

حضرت محمد ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش کے مشہور خاندان بنو ہاشم سے ہے۔

آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد رکھا۔ محمد کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔

حضرت محمد ﷺ کے والد عبداللہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

عربوں میں رواج تھا کہ پرورش کے لیے کم سن بچوں کو دیہات میں بھیج دیتے تھے۔ دیہاتوں میں رہنے والی عرب عورتیں سال کے مختلف حصوں میں مکہ آتی تھیں اور شیر خوار بچوں کو پرورش کرنے کے لیے صحرا اور دیہاتوں میں لے جاتی تھیں تاکہ صحرا اور دیہاتوں کی کُھلی فضا میں پرورش پا کر بچہ ذہنی اور جسمانی طور پر تندرست و توانا ہو۔ حضرت محمد ﷺ نے بھی چار سال کی عمر تک اماں حلیمہ کے پاس دیہات میں پرورش پائی۔ اس کے بعد اپنی والدہ حضرت آمنہ کے پاس آ گئے۔

جب حضرت محمد ﷺ چھ (۶) سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے یثرب تشریف لے گئیں۔ اس سفر میں اُم ایمن بھی ساتھ تھیں۔ یثرب میں آپ ﷺ نے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ اپنے خاندان کے بچوں اور بڑوں سے مل کر بہت خوش ہوئے۔

حضرت محمد ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ ایک ماہ تک یثرب میں مقیم رہیں۔ یثرب میں قیام کے دوران حضرت آمنہ کی صحت روز بروز خراب ہونے لگی اور مکہ واپس آتے وقت سفر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

والدہ کے انتقال کے بعد حضرت عبدالمطلب نے حضرت محمد ﷺ کی پرورش کی۔ حضرت عبدالمطلب کو اپنے پوتے محمد ﷺ سے بہت محبت تھی۔ وہ آپ ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب مکہ کے معزز فرد اور قریش کے نامور سردار تھے۔ جب آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے تو دادا کا بھی انتقال ہو گیا۔

دادا کے انتقال کے بعد حضرت محمد ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب نے کی۔ حضرت ابو طالب بھی اپنے پیارے بھتیجے سے شفقت و محبت کرتے تھے اور حضرت محمد ﷺ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن

حضرت محمد ﷺ بچپن ہی سے ذہین تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور سب سے محبت کرتے تھے۔
حضرت محمد ﷺ بڑوں کا ادب کرتے تھے اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے۔ کسی بات پر ضد نہیں کرتے تھے۔ دُھلے ہوئے اُجلے کپڑے پہننے کا شوق تھا۔
حضرت محمد ﷺ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ کُشتی لڑتے اور بچوں کے ساتھ دوڑ لگاتے تھے۔ آپ ﷺ نے تیراکی بھی سیکھی تھی۔ گھر کے چھوٹے بڑے کام خوش ہو کر کرتے تھے۔
حضرت محمد ﷺ نے بچپن ہی سے اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت محمد ﷺ صبح سویرے مویشوں کو لے کر شہر سے باہر چلے جاتے تھے۔ دن بھر بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرتے، اونٹوں کی مہار پکڑتے اور سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آجاتے تھے۔

پیارے بچو!
ایک مرتبہ خشک سالی کی وجہ سے مکہ میں قحط پڑ گیا لوگ حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور عرض کیا:

"یا ابو طالب! بچے، بڑے بھوک سے پریشان ہیں، کعبہ میں چل کر دعا کیجئے۔"

حضرت ابو طالب نے کمسن حضرت محمد ﷺ کے ساتھ کعبہ میں آکر دعا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چاروں طرف بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو گئی۔

حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی شان میں یہ شعر کہا:

''وہ خوبصورت چہرہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جس کے فیضان سے بارش برستی ہے۔
''

حضرت محمد ﷺ کا حلیہ مبارک

پیارے بچو!

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ بہت خوبصورت ہیں۔ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ ﷺ کی آنکھیں روشن اور بڑی ہیں۔ آنکھ کا ڈھیلا سفید چمکدار اور پتلی کا رنگ سیاہ ہے۔ پتلی کے چاروں طرف سرخ ڈورے نظر آتے ہیں۔ جیسے سورج سے چاروں طرف شعاعیں نکلتی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ جب مسکراتے ہیں تو آنکھیں بھی مسکراتی ہیں۔

بھنویں گھنی اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی پیشانی کشادہ ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی ناک مبارک کھڑی اور نیچے سے اعتدال کے ساتھ چوڑی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے ہونٹ بہت خوبصورت ہیں، اوپر کا ہونٹ پتلا اور نیچے کا ہونٹ قدرے موٹا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے دندان مبارک سیدھے ہیں۔ دانتوں کے درمیان بڑا خوبصورت فاصلہ ہے۔ دندان مبارک موتی کی طرح چمکتے ہیں۔

پیارے بچو!

جو لوگ حضرت محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور کثرت سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ انہیں آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا اور تجارت

پیارے بچو!

مکہ شہر میں رہنے والے لوگ دو طریقوں سے کاروبار کرتے تھے۔

ا۔ تجارت کے ذریعہ۔

۲۔ مویشیوں (بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ) کی پرورش کے ذریعہ۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے خاندان کے زیادہ تر لوگ تجارت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بھی تاجر تھے اور آپ ﷺ نے بچپن میں ان کے ساتھ کئی تجارتی سفر کئے تھے۔

عرب میں رواج تھا کہ لوگ اپنا مال کسی تجربہ کار اور دیانت دار شخص کے حوالہ کر دیتے تھے۔ وہ شخص ان کا مال دوسرے شہروں میں لے جا کر فروخت کرتا تھا اور منافع میں شریک ہوتا تھا۔

حضرت محمد ﷺ جب بڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے بھی کاروبار کیا۔ حضرت محمد ﷺ امین، صادق اور وعدے کے پابند تھے۔ حساب کتاب میں دیانت دار تھے۔ آمد و خرچ کے حساب میں ایک پیسے کا خرچ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت محمد ﷺ نے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ کسی کو اپنے مال کے بارے میں مغالطے میں نہیں رکھا۔ مال میں جو نقص ہوتا تھا وہ بتا دیتے تھے۔

حضرت محمد ﷺ کے اچھے اخلاق کا اتنا اثر تھا کہ مکہ والے انہیں صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے اور اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔

حضرت صائبؓ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ مل کر تجارت کرتے تھے۔ وہ کافی عرصہ بعد حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے صائبؓ سے فرمایا:

صائب! مجھے پہچانتے ہو؟

حضرت صائبؓ نے عرض کیا:

" کیوں نہیں آپ ﷺ تو میرے نہایت ہی اچھے شریک تجارت تھے نہ کسی بات کو ٹالتے تھے اور نہ کسی بات میں جھگڑتے تھے۔"

حضرت محمد ﷺ جب بھی تجارت کی غرض سے سفر پر روانہ ہوتے تو مکہ کے دوسرے تاجر یہ خواہش کرتے تھے کہ آپ ﷺ ان کا سامان اپنے ساتھ لے جائیں۔انہی تاجروں میں سے ایک خاتون حضرت خدیجہؓ تھیں۔

حضرت خدیجہؓ ایک معزز شریف خاندان کی نیک سیرت اور ذہین تاجرہ تھیں حضرت خدیجہؓ کا کاروبار بہت وسیع تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے حضرت محمد ﷺ کی تعریف سنی تو آپ ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ اگر آپ ﷺ میرا مال لے کر سفر پر جائیں تو میں جو معاوضہ دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا منافع آپ ﷺ کو پیش کروں گی۔

حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کے مشورہ سے اس پیش کش کو منظور کر لیا اور تجارتی معاملات طے کرنے کے بعد سفر پر روانہ ہو گئے۔اس سفر میں حضرت محمد ﷺ کو بہت زیادہ منافع ہوا۔

حضرت خدیجہؓ اعلیٰ سیرت، سرتاپا شفیق خاتون تھیں۔ان کے گھروں کے دروازے حاجت مندوں کے لیے کھلے رہتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ سخی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ان کی خاندانی شرافت، عزت و وقار اور اعلیٰ کردار کی بنا پر مکہ کے بڑے بڑے رئیس اور سردار ان سے شادی کے خواہش مند تھے۔

شادی مبارک

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے بلند اخلاق اور ذہانت سے بے حد متاثر ہوئیں۔انھوں نے حضرت محمد ﷺ کو اپنی سہیلی نفیسہ کے ذریعے شادی کا پیغام بھیجا۔آپ ﷺ نے شادی کا پیغام قبول کر لیا۔

نکاح کی تاریخ مقرر ہونے پر حضرت محمد ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالب، خاندان کے افراد اور مکہ کے معزز افراد کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حضرت خدیجہؓ سے چھ اولادیں عطا کیں۔

۱۔حضرت زینبؓ	۲۔حضرت رقیہؓ	۳۔حضرت کلثومؓ
۴۔حضرت فاطمہؓ	۵۔حضرت قاسمؓ	۶۔حضرت عبداللہؓ

دو بیٹے قاسمؓ اور عبداللہؓ بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

حضرت محمد ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کی شادی ہر اعتبار سے ایک مثالی شادی ثابت ہوئی۔حضرت خدیجہؓ نے ہر دکھ سکھ میں اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔حضرت محمد ﷺ بھی اپنی اہلیہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔حضرت ماریہ قبطیہؓ سے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ایک بیٹا عطا کیا۔ان صاحبزادہ کا نام ابراہیمؓ تھا۔ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

پہلی وحی

اللہ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب پینتیس (۳۵) سال کی ہوئی تو طبیعت کا میلان تنہائی کی طرف زیادہ ہو گیا۔ مکہ سے کچھ فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کے دامن میں ایک غار

ہے اس غار کا نام حرا ہے۔ حضرت محمد ﷺ ستو اور پانی لے کر اکثر اس غار میں تشریف لے جاتے تھے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا تھا تو حضرت محمد ﷺ گھر لوٹ آتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔

حضرت محمد ﷺ غار حرا میں کائنات کی تخلیق پر غور فرماتے تھے۔ آپ ﷺ یہ سوچتے تھے کہ یہ دنیا کیسے بنی؟ آسمان کیسے بلند ہوا؟ زمین کیسے بچھی؟ چاند اور سورج کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ کبھی کبھی پہاڑ سے اتر کر صحرا میں چلے جاتے تھے اور کچھ وقت کے بعد واپس آجاتے تھے۔

پیارے بچو!

ایک رات غار حرا میں ہر طرف خاموشی اور گھپ اندھیرا تھا۔ حضرت محمد ﷺ ان پر سکون لمحات میں اللہ کی نشانیوں پر غور فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل تشریف لائی۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا:

اے محمد ﷺ! آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیلؑ ہوں۔

اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے حضرت محمد ﷺ سے سورۃ علق کی پانچ آیتیں پڑھنے کے لیے کہا:

پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا (۱)

آدمی کو لہو کی پھٹکی سے (۲)

پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جو بڑا کرم والا ہے۔ (۳)

جس نے علم سکھایا قلم سے (۴)

انسان کو علم سکھایا جو نہیں جانتا تھا (۵)

یہ پہلی وحی تھی جو ہمارے پیارے نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔ نزول قرآن کا سلسلہ تئیس (۲۳) سال تک جاری رہا۔

حضرت محمد ﷺ نے اللہ کے پیغام کو پھیلانے کا کام اپنے گھر سے شروع کیا۔ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والی پہلی خاتون حضرت خدیجہؓ ہیں اور اس کے بعد آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کے بیٹے حضرت علیؓ مسلمان ہوئے۔ جنھیں حضرت محمد ﷺ نے اپنی اولاد کی طرح پالا پوسا تھا۔ تیسرے مسلمان آپ ﷺ کے غلام زیدؓ تھے۔ جنھیں آپ ﷺ نے آزاد کر دیا تھا حضرت زیدؓ کے والد جب اپنے بیٹے کو لینے کے لیے آئے تو حجرت زیدؓ نے اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

انھوں نے کہا:

''میں حضرت محمد ﷺ کے پاس رہوں گا۔''

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد چار ہو گئی۔

دعوتِ حق

نبوت کے ابتدائی سالوں میں حضرت محمد ﷺ نے نہایت محتاط طریقے سے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنے قریبی رشتہ داروں کو پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ سے فرمایا:

ترجمہ: آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے خوب کھول کر بیان کیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے۔(سورۃ الحجر۔۹۴)

یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت محمد ﷺ اعلانیہ اسلام کی دعوت دینے میں مصروف ہو گئے۔ایک روز حضرت محمد ﷺ نے مکہ کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ صفا کی پہاڑی پر جمع ہو جائیں میں ایک اہم بات لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔سب لوگ جن میں حضرت محمد ﷺ کے قریبی رشتہ دار بھی شامل تھے پہاڑ پر جمع ہو گئے۔

حضرت محمد ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

"اے لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے دشمن کا ایک لشکر ہے، جو تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟"

مکہ کے تمام لوگ یہ بات جانتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ صادق اور امین ہیں اس لیے سب نے جواب دیا"جی ہاں ہم یقین کر لیں گے۔"

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

" اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے چُن لیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے تاکہ میں تمھیں دعوت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اگر تم نے اللہ کی اطاعت کو قبول نہیں کیا اور بت پرستی میں لگے رہے تو یقین کرو، تم پر اللہ کا عذاب ہو گا۔"

حضرت محمد ﷺ کی یہ بات سن کر آپ ﷺ کے چچا ابو لہب نے غصہ میں چیخ کر کہا:

" اے محمد) ﷺ(! کیا تو نے یہی بات سنانے کے لیے ہمیں یہاں بلایا ہے۔ان باتوں کی اتنی اہمیت نہیں کہ ہم اپنا قیمتی وقت اور اپنا کاروبار چھوڑ کر تمہاری بات سُنیں۔"

پھر ابو لہب نے لوگوں سے کہا "محمد (ﷺ) کی باتوں پر توجہ نہ دو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ"۔

مشرکین وہاں سے چلے گئے۔اس واقعہ کے بعد حضرت محمد ﷺ کے قریبی رشتہ داروں نے آپ ﷺ کی مخالفت شروع کر دی۔

پیارے بچو!

جس وقت اللہ تعالٰی نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت عطا کی اس وقت دنیا میں جہالت کا یہ عالم تھا کہ قتل و غارت گری اور لوٹ مار عام تھی۔ لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا لیتے تھے اور ان کی خرید و فروخت کے لیے باقاعدہ منڈیاں لگتی تھیں۔ لوگ اپنی معصوم بچیوں کو زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ایک دوسرے کا حق مارتے تھے۔ ذہنی پستی کی انتہا یہ تھی کہ لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔

حضرت محمد ﷺ چاہتے تھے کہ لوگ ان سب برائیوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں۔

مکہ کے اُمراء، رؤسا اور صاحب اختیار حکمرانوں نے جب دیکھا کہ اسلام ۔۔۔۔۔ معصوم بچوں کے قتل سے روکتا ہے ۔۔۔۔۔ غلاموں کے حقوق کے تحفظ کا حکم دیتا ہے ۔۔۔۔۔ غریب اور امیر کا امتیاز ختم کرتا ہے ۔۔۔۔۔ اسلام انسانیت کے لیے تحفظ فراہم کرتا ہے تو اہل مکہ کو اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا۔ انہوں نے سوچا اس طرح تو ہمارا اختیار ختم ہو جائے گا سب کو برابر کے حقوق ملیں گے تو ہم اپنی من مانی نہیں کر سکیں گے۔

ان وجوہات کی بناء پر مکہ کے لوگ حضرت محمد ﷺ کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی مخالفت کے لیے طرح طرح کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔

برداشت اور صبر

پیارے بچو!

حضرت محمد ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسلام پھیلانے کا کام شروع کیا تو مکے کے لوگ آپ ﷺ کے مخالف ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ کو طنز اور مذاق کا نشانہ بنانا شروع کر دیا مشرکین حضرت محمد ﷺ کے گھر پر پتھر پھینکتے تھے جس سے حضرت محمد ﷺ کے گھر کی کھڑکیاں ٹوٹ جاتی تھیں، راستے میں نوکیلے کانٹے بچھا دیتے تھے تاکہ حضرت محمد ﷺ کے پیر زخمی ہو جائیں۔ حضرت محمد ﷺ گھر پہنچ کر پیروں سے کانٹے نکالتے تو خون نکل آتا تھا۔

حضرت خدیجہؓ انہیں اس حال میں دیکھ کر دکھ بھرے لہجے میں پوچھتیں:

"یا محمد ﷺ! کیا آج بہت رنج اٹھایا ہے؟"

حضرت محمد ﷺ جواب میں فرماتے:

"اے خدیجہؓ! جب انسان یہ جان لے کہ وہ کس مقصد کے لیے اور کس کی خاطر رنج اٹھا رہا ہے تو اسے دکھ اور درد کا احساس نہیں رہتا۔"

حضرت محمد ﷺ ہر طرح کے حالات اور مشکلات کو صبر اور حوصلے سے برداشت کرتے رہے اور اسلام پھیلانے کا کام جاری رکھا۔ مشرکوں نے جب دیکھا کہ انکی تمام تدبیریں ناکام ہو رہی ہیں اور شدید مخالفت کے باوجود لوگ مسلمان ہو رہے ہیں، تو انہوں نے میٹنگ کر کے ایک اذیت کمیٹی بنائی۔ اس کمیٹی میں قبیلہ قریش کے پچیس سردار شامل تھے۔ اس کمیٹی کے دو اہم مقاصد تھے:

ا۔ اسلام کی ہر طرح سے مخالفت کی جائے۔

۲۔ حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچائی جائے اور ہر طرح سے اذیت دی جائے۔

کمیٹی کا اہم رکن ابو جہل حضرت محمد ﷺ کی مخالفت میں سب سے آگے رہتا تھا۔ (پناہ بخدا) ایک دفعہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس زمانہ میں عرب میں کسی کو سزائے موت دینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ پانی، خون، گندگی اور سڑی ہوئی چیزیں اونٹ کی اوجھڑی میں جمع کر لیتے تھے اور اونٹ کی اوجھڑی کو سر پر اس طرح باندھ دیتے تھے کہ سر اور چہرہ اوجھڑی کے اندر پھنس جاتا تھا اور اوجھڑی کے نچلے حصہ کو کسی تھیلے کے منہ کی طرح مضبوطی سے گردن میں باندھ دیا جاتا تھا۔ اس طرح ناک اور منہ مکمل طور پر اوجھڑی کے غبارے میں بند ہو جاتے تھے۔ سانس رک جاتا تھا اور دم گھٹنے کے باعث آدمی مر جاتا تھا۔

ایک روز ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے۔ ابو جہل اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اونٹ کی اوجھڑی لیکر وہاں پہنچ گیا۔ حضرت محمد ﷺ جیسے ہی سجدہ میں گئے ابو جہل نے اونٹ کی اوجھڑی حضرت محمد ﷺ کے سر پر رکھ دی اور بڑی تیزی کے ساتھ اوجھڑی کے نیچے والے حصے کو ایک تھیلی کی طرح حضرت محمد ﷺ کی گردن میں باندھ دیا۔ اس طرح ناک اور منہ مکمل طور پر اوجھڑی میں بند ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ جو لوگ حضرت محمد ﷺ کے آس پاس موجود تھے انہیں معلوم تھا کہ سانس رکنے کی وجہ سے آپ ﷺ کا جلد ہی انتقال ہو سکتا ہے۔ لیکن انہیں ابو جہل کا خوف تھا کہ اگر انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی مدد کی تو ابو جہل جیسا ظالم شخص ان کا دشمن بن جائے گا، اس لیے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی کوئی مدد نہیں کی۔

قریش کی ایک عورت جو وہاں موجود تھی اس تکلیف دہ منظر کو برداشت نہ کر سکی۔ دوڑتی ہوئی حضرت محمد ﷺ کے گھر پہنچی اور حضرت فاطمہؓ کو بتایا کہ حضرت محمد ﷺ کی جان خطرہ میں ہے۔ حضرت فاطمہؓ دوڑتی ہوئی خانہ کعبہ میں آئیں۔ ابو جہل نے جب حضرت فاطمہؓ کو آتے دیکھا تو پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت

فاطمہؓ نے فوراً آپ ﷺ کے چہرہ اور سر پر سے اوجھڑی کو ہٹایا اور اپنے دوپٹہ سے چہرۂ مبارک صاف کیا۔ حضرت محمد ﷺ دم گھٹنے کے باعث تقریباً ایک گھنٹہ تک حرکت کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ حضرت محمد ﷺ ہمت کر کے حضرت فاطمہؓ کے سہارے کھڑے ہوئے اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے گھر تشریف لے گئے اور اگلے دن بغیر کسی ڈر اور خوف کے دوبارہ خانہ کعبہ تشریف لے آئے۔

ہجرتِ حبشہ

حضرت محمد ﷺ کی کوششوں سے مکہ میں دین اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا۔ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر کفار مکہ کو تشویش ہو گئی۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ انہوں نے دوسرے مسمانوں پر بھی ظلم کرنا شروع کر دیا۔

جب مسلمانوں کے لیے مکہ میں رہنا ممکن نہیں رہا تو حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ حبشہ افریقہ میں واقعہ ہے۔ آج کل حبشہ ایتھوپیا کے نام سے پہچانا

جاتا ہے۔اس زمانہ میں حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نجاشی عیسائی دین کا پابند تھا۔بہت انصاف پسند اور رحم دل بادشاہ تھا۔ نجاشی کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو تکلیف نہیں پہنچاتا تھا۔ حبشہ میں ہر شخص کو مذہب کی مکمل آزادی تھی۔

مسلمان چھوٹے چھوٹے گروہوں میں مکہ سے نکل کر سمندر کے کنارے جمع ہو گئے اور کشتی پر سوار ہو کر حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔یہ مسلمانوں کی پہلی ہجرت تھی جسے ہجرت حبشہ کہا جاتا ہے۔اس سفر میں پندرہ مسلمانوں نے ہجرت کی۔

آہستہ آہستہ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ پہنچتے رہے اور کچھ عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰۹ ہو گئی۔مہاجرین امن و سکون کے ساتھ حبشہ میں رہنے لگے۔

دوسری طرف مکے کے کافروں کو جب معلوم ہوا کہ مسلمان حبشہ چلے گئے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنی شکست اور ناکامی محسوس کی۔ وہ اس بات سے پریشان تھے کہ حبشہ میں اسلام پھیل جائے گا۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کو مکہ واپس لانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔

کفار نے منصوبہ بنا کر عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیع کو حبشہ بھیجا۔کفار کے دونوں نمائندے بادشاہ کے لئے قیمتی تحائف لے کر شاہی دربار میں پہنچے اور بادشاہ سے فریاد کی:

" اے بادشاہ! اپنے وطن میں جن لوگوں کو تو نے پناہ دے رکھی ہے وہ ہمارے مجرم ہیں۔انہوں نے اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔آپ انہیں ہمارے حولہ کر دیں س تاکہ ہم انہیں مکہ واپس لے جائیں۔"

نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا:

"یہ دو افراد مکہ سے آئے ہیں اور کہتے ہیں تم لوگ مجرم ہو۔کیا تم لوگ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو۔"

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ نے جواب دیا:

"   اے بادشاہ!

ہم لوگ جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ لوٹ مار، چوری، قتل و غارت گری اور طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا۔ اس مقدس ہستی نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور بتایا کہ پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ ایک اللہ کی عبادت کریں سچ بولیں۔ امانت میں خیانت نہ کریں۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں۔

اے بادشاہ!

ہم اس پیغمبر پر ایمان لے آئے۔ اس کی وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن بن گئی۔ ان لوگوں نے ہمیں اتنی تکلیف پہنچائی ہے اور ہمیں اتنا ستایا ہے کہ ہم نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور آپ کے ملک میں پناہ لے لی ہے۔ یہ لوگ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم پھر پرانی گمراہی میں لوٹ جائیں"

حضرت جعفرؓ کی باتیں سن کر نجاشی نے کہا:

"تمہارے پیغمبر پر جو اللہ کا کلام نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ سناو۔"

حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی آیات تلاوت کیں۔ نجاشی یہ آیات سن کر رو پڑا۔

اس نے کہا:

"تمہارا پیغمبر ایک عظیم اور سچا انسان ہے یقیناً یہ کلام بھی اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل فرمائی تھی۔ تم لوگ جب تک چاہو میرے ملک میں آزادی سے رہ سکتے ہو۔ کوئی تمہیں اس ملک سے نہیں نکالے گا۔"

نجاشی نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیع کے لائے ہوئے تحفے واپس کر دیے اور یہ لوگ ناکام مکہ واپس لوٹ گئے۔

شعب ابی طالب

مکہ کے ارد گرد پہاڑ ہیں۔ شعب عربی زبان میں گھاٹی کو کہتے ہیں۔ دو اونچے پہاڑوں کے درمیان جو راستہ یا تنگ میدان ہوتا ہے وہ گھاٹی کہلاتا ہے۔ عرب کے دستور کے مطابق یہ گھاٹیاں قبیلوں کی ملکیت ہوتی تھیں۔ ان ہی میں سے ایک گھاٹی حضرت ابو طالب کو ورثہ میں ملی تھی۔ جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور تھیں۔

حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے مسلمانوں کو مکہ واپس بھیجنے سے انکار کر دیا اور کفار کے نمائندے حبشہ سے ناکام واپس لوٹ آئے۔ مکہ میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ ان ہی دنوں مکہ کی دو مؤثر اور اہم شخصیات حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔

ان حالات کو دیکھ کر کافر غصہ میں آگ بگولہ ہو گئے۔

نبوت کے ساتویں سال مکہ کے تمام سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے مل کر یہ عہد نامہ لکھا۔ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالہ نہیں کرتے۔

۱۔ کوئی شخص محمد (ﷺ) کے خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب سے میل جول اور تعلق نہ رکھے۔

۲۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی خرید و فروخت نہ کی جائے۔

۳۔ اور نہ ہی ان کے خاندان میں کوئی شادی بیاہ کرے۔

۴۔ کوئی ان کو مہمان نہیں ٹھہرا سکتا۔ نہ ہی انھیں کھانے پینے کا کوئی سامان دیا جائے گا۔

اس عہد نامہ پر مکہ کے چالیس سرداروں نے دستخط کئے اور اسے خانہ کعبہ کی دیوار پر لگا دیا۔ اس عہد نامہ کے مطابق حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ سے نکال دیا گیا۔ حضرت محمد ﷺ کے خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کے وہ افراد جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ بھی مکہ کے باہر شعب ابی طالب میں چلے گئے۔

کفار نے تین سال تک مکمل بائیکاٹ رکھا۔ کھانے پینے کی کوئی چیز گھاٹی تک نہیں جانے دیتے تھے۔ گھاٹی میں مسلمانوں کے پاس گھریلو سامان نہیں تھا۔ دھوپ کی تپش اور راتوں کو سردی، بوڑھوں جوانوں اور بچوں سب ہی نے برداشت کی۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے روتے تھے۔ ان کے رونے کی آوازیں گھاٹی سے باہر دور دور تک سنائی دیتی تھیں۔ مکہ کے بعض لوگ اپنے عزیزوں کو تکلیف میں دیکھتے تھے تو چھپ کر ان کے لیے کھانے پینے کا سامان بھیج دیتے تھے۔

ایک روز حضرت محمد ﷺ نے ابو طالب سے کہا:

”چچا جان!

مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ سرداروں نے جو عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لگایا تھا۔اس کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ لیکن جس حصہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے وہ حصہ باقی ہے۔"

مکہ میں چند بزرگوں کو یہ عہد نامہ پسند نہیں تھا۔انھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر فیصلہ کیا اس ظالمانہ فیصلہ کو ختم کر کے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شہر میں واپس بلا لینا چاہیے۔ابھی یہ لوگ باتیں ہی کر رہے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب تشریف لائے اور بائیکاٹ کرنے والوں سے کہا:

"قریش کے لوگو!

میرے بھتیجے حضرت محمد ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ تم نے جو عہد نامہ لکھ کر خانہ کعبہ پر لگایا تھا اس کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔اس میں لکھا ہوا صرف اللہ تعالیٰ کا نام باقی رہ گیا ہے۔اب تم عہد نامہ منگوا کر دیکھو اگر ایسا ہے جیسا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے تو تم بائیکاٹ ختم کر دو اور اگر ایسا نہ ہو تو میں حضرت محمد ﷺ کو تمہارے حوالہ کر دوں گا۔"

کافروں نے حضرت ابو طالب کی یہ بات مان لی۔عہد نامہ منگوا کر دیکھا تو نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ صحیح تھا۔اس طرح یہ عہد نامہ ختم کر دیا گیا۔اور مسلمان شعب ابی طالب سے باہر آ گئے۔

کچھ ہی عرصہ بعد مسلمانوں کو ایک بڑا صدمہ پہنچا۔حضرت محمد ﷺ کے شفیق چچا حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حضرت ابو طالب نے بچپن سے حضرت محمد ﷺ کی پرورش کی تھی اور زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ابھی چچا ابو طالب کا دکھ کم نہ ہوا تھا کہ حضرت بی بی خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔اسی لیے اس سال کا نام عام الحزن رکھ دیا گیا۔عام الحُزن کا ترجمہ ہے غم کا سال۔